مفتی عبدالمجید دین پوری شہیدؒ کی یادیں

مولانا عبدالصمد، محراب پور

لو کانت الدنیا تدوم بواحد
لکان رسول اللّٰہؐ فیھا مخلدا

بروز جمعرات ۳۱/جنوری ۲۰۱۳ء بقیۃ السلف حضرت مفتی صاحب دین پوری نور اللہ مرقدہ اپنے ہر دلعزیز دوست حضرت مولانا قاری اسلام الدینؒ کی تعزیت ورفع درجات کی دعاء کے لئے محراب پور تشریف لانے والے تھے، پروگرام طے ہوگیا تھا، اور سفر کے لئے سارے انتظامات مکمل ہو چکے تھے، اور محراب پور میں آپ کے شاگرد بعد از اطلاع استقبال کے لئے مصروف عمل تھے اور خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے، واقعتاً آپ کے شاگردوں کے لئے یہ دن عید سے کم نہیں تھا کہ اچانک بعد از نماز ظہر تقریباً ۳/بجے انتہائی اندوہناک، دل سوز اور جسم کے رونگٹے کھڑے کردینے والی (آپ کی شہادت) کی خبر ملی تو پہلے تو یقین ہی نہیں آرہا تھا، پھر جب مزید رابطوں سے حقیقت حال واضح ہوئی تو ہماری خوشی غمی میں تبدیل ہوگئی، امیدوں پر پانی پھر گیا، سارے ساتھی سر پکڑ کر بیٹھ گئے کہ کیا ہونا تھا اور کیا ہوگیا؟ سارے بدن میں سکتہ سا طاری ہوگیا اور دل ودماغ کام کرنا چھوڑ گئے اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا سا چھا گیا اور آنکھوں سے آنسو اس قدر جاری ہوئے کہ تھامے تھم نہیں رہے تھے، ان کیفیات کا ادراک وہی کرسکتا ہے جس کے ساتھ یہ بیتا ہو۔ بہرحال اب دونوں اکابر کی اعلیٰ علیین میں ملاقات بھی ہوگی اور عیادت وشہادت پر ایک دوسرے کو مبارک باد بھی دے رہے ہوں گے۔

حضرت مفتی صاحب کا شمار ان شخصیات میں ہوتا ہے جن کے بارے میں حلفیہ کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے کبھی بھی کسی کو زبان و ہاتھ سے تکلیف نہیں پہنچائی اور ان کے قول وفعل سے کبھی بھی فرقہ واریت، انتشار ونفرت کی بو نہیں آئی، بلکہ انہوں نے ہمیشہ اتحاد، اتفاق، محبت واخوت بین المسلمین کا سبق دیا ہے۔ ایسی مقدس شخصیات کے ناحق قتل اور ظلم سے ظالموں کو کیا ملا ہوگا؟ آپ پر جو بربریت کی گئی ہے اس سے تو یقیناً عرش الٰہی بھی ہل گیا ہوگا اور بحر وبر کی مخلوق نے آنسو بھی بہائے ہوں گے۔

حضرت مفتی صاحب ہم سب کے مشترکہ قیمتی اثاثہ تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی دین اسلام کی

اشاعت وتبلیغ اورعوام الناس کے دینی ودنیوی مسائل کا حل حدودشرع میں رہتے ہوئے ملک وقوم کی ترقی وبہبود پرخرچ کردی۔ان کی رحلت موت العالم،موت العالم کاحقیقی مصداق ہے۔اس طرح کے ہیرے طویل عرصہ کے بعد دنیامیں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ان کی شہادت سے صرف ان کے اہل خانہ ہی یتیم نہیں ہوئے، بلکہ ہزاروں کی تعداد میں ملک وبیرون ملک کے تمام شاگردیتیم ہوگئے ہیں۔ان کی رحلت فرمانے سے جوخلا ہوا ہے، فی الحال اس کا پر ہونا مشکل نظرآرہا ہے۔دعا ہے کہ اللہ پاک آپ کی علمی میراث کوتا قیامت جاری و ساری رکھےاوران کے لئے صدقہ جاریہ بناکران کے رفع درجات کا زینہ بنائے۔آمین یارب العالمین!

زندگی کی چند نصیحت آموز یادیں

۱:......حضرت مفتی صاحب میرے استادومربی تھے، بندہ نے آپ کے پاس جامعہ اشرفیہ سکھر میں تین کتابوں کے پڑھنے کا شرف حاصل کیا تھا:۱:......رابعہ کا ترجمہ۔۲:......دیوان متنبّی۔۳:......مشکوٰۃ شریف۔اس وقت تقریباً دودہائیاں گزرنے کو ہیں،لیکن حضرت استادمحترم کا انداز سبق ابھی تک بحمد اللہ تعالیٰ میرے ذہن نشین ہے۔حضرت استاد صاحب کا انداز تدریس انتہائی آسان اور عام فہم تھا۔اللہ رب العزت نے استادمحترم میں ہرایک طالب علم (غبی،متوسط،اعلیٰ) کے دل ودماغ میں سبق اتارنے کی صلاحیت ودیعت کررکھی تھی۔ہمیں تو استادمحترم کا سبق (دوران گھنٹہ) ان کے پڑھاتے ہی یادہوجاتا تھااورذہن میں ایسانقش ہوجاتا کہ اگرکبھی کبھار رات کوتکرار ومطالعہ کا موقع نہ بھی ملتا تب بھی اگلے دن وہی تقریر(جواستادمحترم نے پڑھائی ہوتی) ہوبہوسنادیاکرتے تھے۔ہماری پوری کلاس کے ساتھ یہی معاملہ تھا، حالانکہ سختی بالکل نہیں فرماتے تھے۔مزید برآں استادمحترم سبق کے ہرہرپہلو، ہرہربحث کواس طرح بیان فرماتے کہ اورکوئی پہلو یاتفصیل تشنہ نہ چھوڑتے۔

ترجمۂ قرآن پاک میں سب سے پہلے ایک رکوع کا لفظی ترجمہ کرتے،اس کے بعد آیات کا شان نزدل وتفسیر بیان فرماتے اورساتھ ساتھ مشکل الفاظ کامعنیٰ سہل الفاظ اورسلیس اردو میں بیان فرما دیا کرتے، آخر میں پھرایک بار دوبارہ رکوع کا لفظی ترجمہ کرکے سبق کو پورا کردیا کرتے تھے۔ سورۃ الکہف کا سبق جب شروع ہوا تو استاد صاحب نے فرمایا کہ:''اس سورت کی ابتدائی دس آیات کا پڑھتے رہنا فتنۂ دجال سے محفوظ رکھنے کا اہم ذریعہ ہے''۔الحمدللہ بندہ نے اس وظیفہ کا اثر ہرفتن میں آزما کردیکھا۔ان دودہائیوں میں جب کبھی فتنوں سے واسطہ پڑاتواس عمل کی بدولت نجات پائی۔

اسی طرح دیوان متنبّی میں استادمحترم کا طریقۂ تدریس یہ تھا کہ سب سے پہلے الفاظ کی لغوی و صرفی تحقیق فرماتے،اس کے بعد اشعار کالفظی وبامحاورہ ترجمہ کرتے اورطلباء کو یادکرنے کا موقع دیتے اورآخرمیں ایک بارپھرترجمہ کرتے اورسبق ختم فرماتے۔تاہم سبق کے ہرایک پہلوکو بیان کرنے کے بعد پھربھی وقت بچ جاتا، یہ درحقیقت ان کی کرامت تھی۔

نیز مشکوٰۃ شریف میں اولاً طالب علم سے حدیث پڑھواتے ، اس کے بعد اس حدیث کا ترجمہ کرتے ، پھر ائمہ کا اختلاف ، پھر دلائل وجوابات اور وجوہ ترجیح احناف بیان کر کے سبق ختم فرماتے ۔

۲:...... احقر نے استاد محترم میں دو چیزیں اور دیکھیں: ا:...... وقت کی پابندی۔ ۲:...... وقت کی قدر و قیمت۔ یہ دونوں چیزیں آپ کے مزاج میں داخل تھیں اور ان پر عمل کرنا آپ کی طبعیت ثانیہ بن گئی تھی۔

بندہ نے ان تین سالوں میں آپ کو یا تو پڑھاتے یا قرآن پاک کی تلاوت کرتے یا نوافل میں کھڑے ہوئے دیکھا، کبھی بھی آپ کو اس کے خلاف نہ دیکھا۔ اگر طلبہ کرام کو کلاس میں داخل (حاضر) ہونے میں کچھ تاخیر ہوجاتی تو حضرت استاد محترم ان منٹوں اور لمحات کو قیمتی بنانے کی غرض سے قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہوجاتے اور طلبہ کرام کے آتے ہی تلاوت بند کر کے سبق شروع فرمادیتے تھے، **جزاہ اللّٰہ جزاء حسنا وافیا** ۔ اور درس میں نہ اتنی طوالت ہوتی کہ طلبہ اکتا جائیں اور نہ اتنا اختصار کہ طلبہ تشنہ رہ جائیں۔ بہرحال آپ کا طرزِ تدریس اور اندازِ تفہیم بہت ہی عمدہ اور سہل تھا۔

حضرت الاستاد صاحب نور اللہ مرقدہ کی یہ دو باتیں (انداز تدریس ، وقت کی پابندی وقدر و قیمت) میرے دل ودماغ میں اس قدر راسخ ہوچکی ہیں کہ آج بھی مجھے ایسے نظر آتی ہیں جیسے آئینہ میں اب دیکھ رہا ہوں۔ حضرت استاد صاحبؒ کی ان دو صفات کو اپنانے کی بالخصوص نئے فضلاء کرام کو اس وقت زیادہ ضرورت ہے، اس لئے کہ اس انداز تدریس میں بہت مطالعہ درکار ہوتا ہے، لہٰذا اس سے خود استاد کا ذاتی طور پر بھی فائدہ ہوگا کہ صلاحیت دن بدن بڑھتی چلی جائے گی اور طلبہ کرام بھی مطمئن رہیں گے۔

۳:...... ایک مرتبہ حضرت الاستاد صاحب کو وفاق المدارس العربیہ کی جانب سے سالانہ امتحان میں بمقام کولاب جیل نگران اعلیٰ کی ذمہ داری سونپی گئی۔ دریں اثنا کسی نگران نے عین وقت پر معذرت کرلی تو حضرت استاد صاحب نے بندہ کو حکم فرمایا کہ تم میرے ساتھ بطور نگران کے معاونت کرو۔ بندہ حکم کی تعمیل بجالانے کے لئے استاد صاحب کے ساتھ ہوگیا۔ دوران نگرانی درجہ ثانیہ کے ایک طالب علم نے بندہ سے" **لا تسبوا الدیک فإنه یو قظ للصلوۃ** "حدیث میں لفظ''**الدیک**'' کا ترجمہ پوچھا، طالب علم میرے منع کرنے پر بہت اصرار کرنے لگا۔ اسی اثنا میں حضرت استاد محترم کی ہم پر نظر پڑ گئی اور ہمارے پاس تشریف لے آئے ، حضرت کے سامنے بھی طالب علم نے وہی سوال دہرایا تو استاد محترم نے اس طالب علم سے جواباً فرمایا کہ بیٹھ جائیں، اگر فلاں نگران صاحب کو پتہ لگ گیا تو کہیں وہ مجھے مُرغا نہ بنادے، لیکن طالب علم کو پھر بھی بات سمجھ میں نہیں آئی، اس لئے کہتے ہیں کہ نقل کہ لئے عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔

واقعی آپ کی زندگی ہم جیسوں کے لئے نمونہ ومشعل راہ ہے اور آپ کی عملی زندگی اس قابل ہے کہ اسے اپنا کر ان کے نقش وقدم پر چلتے ہوئے اپنے شب وروز اس کے مطابق گزارنے کی کوشش کی جائے۔ دعا ہے کہ اللہ پاک عمل کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت استاد محترمؒ کو خلد بریں میں جگہ عنایت فرما کر ہر گھڑی ہر لمحہ آپ کے درجات کو بلند فرمائیں، آمین ثم آمین۔